١٣

سلسلۂ اشاعت

لن ینال الله لحومها ولادماء هاولکن یناله التقوی منکم (الحج:٣٨)

اللہ تعالیٰ کو قربانیوں کے گوشت نہیں پہنچتے، نہ ان کا خون، بلکہ اسے تو تمہارے دلوں کی پرہیزگاری (اخلاص) پہنچتی ہے۔

عید الاضحیٰ کا پیغام

مرتب: عبدالواحد انور یوسفی الاثری

مرکز الدعوۃ الاسلامیہ والخیریہ

• اسلامی کمپاؤنڈ، سونس، تعلقہ کھیڈ،
ضلع رتناگیری ۴۱۵۷۲۷
فون: 02356/262555

• بیت السلام کمپلیکس، نزد المدینہ انگلش اسکول،
مہاڈ ناکہ، کھیڈ، ضلع: رتناگیری-۴۱۵۷۲۹
فون نمبر: 02356 264455

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله رب العالمين والصلوٰة والسّلام على سيد المرسلين وعلى آله واصحابه ومن تبعه باحسان الى يوم الدين وبعد!

آج سے کئی ہزار سال پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جس ماحول میں آنکھیں کھولیں وہ کفروشرک اور بت پرستی کا ماحول تھا، مظاہر قدرت کی پوجا پاٹ ہوتی تھی کسی گھر میں کچھ مقدس ہستیوں، بزرگوں یا چیزوں کے مجسمے رکھ دیئے جاتے تھے جنہیں سجدہ کیا جاتا تھا حاجت روا اور مشکل کشا سمجھا جاتا تھا مصائب ومشکلات میں ان کی دہائی دی جاتی تھی انہیں پکارا جاتا تھا۔ صدیوں سے یہ سلسلہ چلتا آرہا تھا، پتھروں کو تراش کر مٹی گوندھ کر اسے دیوتا اور مورتی کی شکل دے دی جاتی تھی اور پھر انہیں مافوق الفطرت اختیارات کا حامل تصور کیا جاتا تھا۔

انسان ان توہمات میں اس طرح گرفتار تھا کہ اس کے خلاف ایک لفظ بھی سننا گوارہ نہ کرتا تھا اور سمجھتا تھا کہ آباء واجداد سے جو طریقہ چلا آرہا ہے یہی سچ ہے سچائی اور راست بازی اسی میں ہے کہ بڑے بوڑھوں کی تقلید کی جائے، باپ دادا نے جو کچھ کیا ہے یہ ایک امانت ہے جس کی ہر طرح حفاظت کرنی ہے۔

ایسے ماحول میں ستاروں کی عجیب وغریب روشنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سامنے آئی، چاند کی دلفریبی نے انہیں اسیر کرنا چاہا، ابراہیم علیہ السلام کے ضمیر سے صدائے حق نکلی جس نے اہل بصیرت وبصارت کو سحر زدہ کر دیا۔ انی لاحب الافلین میں فناپذیر ہستیوں کو دوست نہیں رکھتا۔ کسی شاعر نے خوب کہا ۔

ہم ایسے اہل نظر کو قبول حق کے لئے
اگر رسول نہ آتے تو صبح کافی تھی

کائنات میں غور وفکر کے نتیجہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے مالک حقیقی خالق ارض وسما کو پالیا۔ قرآن ناطق ہے: ''میں اپنا رخ اس کی طرف کرتا ہوں جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا یکسو ہو کر اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں''۔ (الانعام:۷۹)

اور پھر وہ دور بھی آیا جب جذبۂ ایمانی سے سرشار ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے فرمایا کہ:

"تم کس کی عبادت کرتے ہو انہوں نے جواب دیا کہ عبادت کرتے ہیں بتوں کی، ہم تو برابران کے مجاور بنے بیٹھے ہیں، آپ نے فرمایا کہ جب تم انہیں پکارتے ہو تو کیا وہ سنتے بھی ہیں، یا تمہیں نفع و نقصان بھی پہنچا سکتے ہیں، انہوں نے کہا (یہ ہم کچھ نہیں جانتے) ہم نے تو اپنے باپ داداؤں کو اسی طرح کرتے پایا، آپ نے فرمایا: کچھ خبر بھی ہے، جنہیں تم پوج رہے ہو تم اور تمہارے اگلے باپ دادا، وہ سب میرے دشمن ہیں بجز سچے اللہ تعالیٰ کے جو تمام جہانوں کا پالنہار ہے جس نے مجھے پیدا کیا ہے اور وہی میری رہبری فرماتا ہے وہی ہے جو مجھے کھلاتا پلاتا ہے اور جب میں بیمار پڑ جاؤں تو مجھے شفا عطا فرماتا اور وہی مجھے مار ڈالے گا پھر زندہ کردے گا اور جس سے امید بندھی ہوئی ہے اور وہ روز جزاء میں میرے گناہوں کو بخش دے گا۔ (الشعراء: ۷۶ تا ۸۲)

کفر کے ایوان میں زلزلہ آ گیا گھر خاندان اور قوم کے سارے لوگ دشمن ہو گئے مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام استقامت کے ایسے چٹان نکلے جس پر شیطان تیشہ زنی نہ کرسکا۔

حق منکشف ہونے کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ساری زندگی تسلیم و رضا اور ایثار و قربانی کی جیتی جاگتی تصویر نظر آتی ہے دنیا میں انسان جن چیزوں سے محبت کرتا ہے ان میں کوئی بھی چیز ایسی نہ تھی جسے انہوں نے رضائے الٰہی کی خاطر قربان نہ کردیا ہو، مشکلات وخطرات اور مصائب و آرام کو جس خندہ پیشانی کے ساتھ انہوں نے جھیلا تاریخ عالم اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے، حق کی رضا اور خوشنودیٔ مولیٰ کے لئے انہوں نے گھر، خاندان اور وطن کو چھوڑ کر دربدری اور ہجرت کی مشکلات کو برداشت کیا۔ اعلاء کلمۃ الحق کے لئے جہد مسلسل اور اس راہ میں حائل دشواریوں سے نبرد آزمائی اور اللہ کی ذات پر توکل واعتماد حیات ابراہیم علیہ السلام کے انمٹ نقوش ہیں جن کی وجہ سے انہیں وہ ممتاز مقام و مرتبہ ملا جو آج بھی سنہرے حرفوں میں لکھے جانے کے قابل ہے۔ تاہم جن قربانیوں کی وجہ سے انہیں امامت عالم کے منصب جلیلہ پر فائز کیا گیا وہ خاص واقعۂ قربانی ہے جو سب سے منفرد اور ممتاز ہے۔

ذرا تصور تو کیجئے بڑھاپے کی عمر میں اللہ نے اولاد جیسی نعمت سے سرفراز فرمایا اور لڑکا جب اس قابل ہو گیا کہ باپ کا معاون بن سکے کاروبار میں ہاتھ بٹا سکے تو اللہ نے اس بچے کو قربان کردینے کا حکم صادر فرما دیا۔ قرآن ناطق ہے:

''پھر وہ (بچہ) نئی عمر کو پہنچا کہ اس کے ساتھ چلے پھرے تو ابراہیم علیہ السلام نے کہا میرے پیارے بچے! میں خواب میں اپنے آپ کو تجھے ذبح کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں، اب تو بتا کہ تیری رائے کیا ہے؟ بیٹے نے جواب دیا کہ ابا جو حکم ہوا ہے اسے بجا لائیے ان شاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے غرض جب دونوں مطیع ہو گئے اور اس (باپ) نے اس (بیٹے) کو پیشانی کے بل گرا دیا تو ہم نے آواز دی کہ اے ابراہیم! یقیناً تو نے اپنے خواب کو سچ کر دکھایا بے شک ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح جزا دیتے ہیں اور حقیقت میں یہ کھلا ہوا امتحان تھا اور ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اس کے فدیہ میں دے دیا اور ہم نے ان کا ذکر پچھلوں میں باقی رکھا۔ ابراہیم پر سلام ہو، ہم نیکوکاروں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں بے شک وہ ہمارے ایماندار بندوں میں سے تھا۔ (الصافات: ۱۰۲ تا......)

اپنے ہی جگر گوشہ کو اپنے ہی ہاتھوں سے ذبح کرنے کے لئے مستعد اور تیار ہونا کوئی معمولی بات نہ تھی اور وہ بھی جب شفقت پدری اور ظاہری حقائق کچھ اور ہی تقاضا کر رہے تھے مثلاً:

۱) یہ بچہ قوم اور وطن سے ہجرت کے بعد پیدا ہوا تھا۔

۲) بڑھاپے کی عمر کا ظاہری اکلوتا سہارا میسر آیا تھا۔

۳) کسب معاش اور دیگر کاموں میں ہاتھ بٹانے کے قابل ہو چکا تھا۔

ان سب حقائق کے باوجود آخر وہ کون سا جذبہ تھا جس نے ابراہیم علیہ السلام کو اسماعیل علیہ السلام کے حلق پر چھری چلا دینے کے لئے تیار کر دیا تھا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے سعادت مندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے سر تسلیم خم کر دیا تھا قرآن خود کہتا ہے:

(فلما اسلما وتله للجبین) ''جب باپ اور بیٹے دونوں مطیع ہو گئے اور باپ نے بیٹے کو پیشانی کے بل پچھاڑ دیا معاً بیٹے نے تجویز پیش کی کہ انہیں کفنانے کے لئے قمیص اتار لی جائے کیونکہ وہاں کوئی دوسرا کپڑا موجود نہ تھا، اتنا کٹھن اور صبر آزما منظر چشم فلک نے کہاں دیکھا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے خود اسے بڑی آزمائش قرار دیا اور اس آزمائش میں ثابت قدمی کی شہادت اس حدیث سے بھی ملتی ہے جسے امام احمد بن حنبلؒ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل فرمائی ہے تو سعی کی جگہ میں شیطان ان کے سامنے آیا اور اس نے ان کے ساتھ دوڑ لگائی لیکن ابراہیم علیہ السلام اس پر سبقت لے گئے پھر جبرئیل علیہ السلام انہیں جمرۂ عقبی کے پاس لے گئے تو

شیطان ان کے سامنے آیا انہوں نے اس کو سات کنکریاں ماری اور وہ چلا گیا پھر جمرۂ وسطیٰ پر ان کے سامنے آیا تو انہوں نے اس کو سات کنکریاں ماری اور اس مقام پر انہوں نے اپنے بیٹے کو پیشانی کے بل پچھاڑ دیا اس وقت اسماعیل علیہ السلام کے جسم پر سفید قمیص تھی انہوں نے عرض کی اے میرے ابا! میرے پاس اس قمیص کے سوا اور کوئی کپڑا نہیں ہے جس میں آپ مجھے کفنا سکیں، آپ اس قمیص کو اتار لیجیے تا کہ آپ مجھے اس میں کفنا سکیں وہ قمیص اتارنے کے لئے تیار ہوئے اور انہیں پیچھے سے آواز دی گئی، اے ابراہیم! یقیناً تو نے اپنے خواب کو سچ کر دکھایا۔ ابراہیم علیہ السلام نے مڑ کر دیکھا تو وہاں ایک سفید رنگ کا سینگوں اور موٹی آنکھوں والا مینڈھا موجود تھا۔ (المسند لامام احمد: ۲۷۰۷)

جسے اسماعیل علیہ السلام کے بدلے ذبح کر دیا گیا اور رب کائنات کو باپ اور بیٹے کی یہ ادا اس قدر پسند آئی کہ اسے آنی والی نسلوں میں بطور یادگار چھوڑ دیا، کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

اصول جہد بقا کے بندے بلند ہے ذوق خود فنائی
ترے مفکر سمجھ نہ پائے مزاج تہذیب مصطفائی
خلیل مست مئے جنوں تھا مگر میں تم سے یہ پوچھتا ہوں
رضائے حق کی چھری کے نیچے حیات آئی کہ موت آئی

عیدالاضحیٰ یادگار ہے ابراہیم علیہ السلام کے جذبۂ خلوص اور اسماعیل علیہ السلام کی فرمانبرداری وانقیاد کا جسے آج مسلمانان عالم بڑی عقیدت واحترام سے مناتے ہیں مگر اس یادگار کے نمایاں پہلو نظر انداز کر دیئے جاتے ہیں تھوڑی دیر کے لئے ذرا سوچیں، کیا ہمارا طرز عمل ابراہیم واسماعیل علیہما السلام کے کردار سے ذرا سا بھی میل کھاتا ہے۔

پہلی بات: ہمیں بھی دعوی ہے کہ ہم اللہ سے شدید محبت کرتے ہیں لیکن جب اللہ کے حکموں کی تعمیل اور اولاد کی محبت کی ٹکراؤ ہو تو ہمارا سو فیصد فیصلہ اولاد کی محبت کو ترجیح دینے کا ہوتا ہے اور اولاد کی محبت میں ہم اتنے اندھے ہو جاتے ہیں کہ کھلم کھلا اللہ کا قانون توڑ دیتے ہیں جب کہ ہمارا عقیدہ یہ بھی ہے کہ اللہ ہی ہمارا اور ہمارے اولاد کا خالق، مالک، رب اور رزاق ہے فلاح دارین اس کے حکموں کی تعمیل میں پوشیدہ ہے پھر بھی اس کھلی ہوئی حقیقت کا ہم عملاً انکار کر دیتے ہیں جبکہ حب الٰہی پر کسی کی محبت کو ترجیح دینا تباہی و بربادی اور ہلاکت کو دعوت دینا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

''آپ کہہ دیجئے کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے لڑکے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے کنبے قبیلے اور تمہارے کمائے ہوئے مال اور وہ تجارت جس کی کمی سے تم ڈرتے ہو اور وہ حویلیاں جنہیں تم پسند کرتے ہو، اگر یہ تمہیں اللہ سے اور اس کے رسول سے اور اس کی راہ کے جہاد سے بھی زیادہ عزیز ہیں تو تم اللہ کے حکم سے عذاب کے آنے کا انتظار کرو اور اللہ تعالیٰ فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا۔'' (التوبہ:۲۴)

ضرورت ہے کہ ہم مسلمان اس آیت کی روشنی میں اپنا چہرہ دیکھیں اور اپنا اپنا جائزہ لیں کیا واقعی اللہ کی محبت ہمارے دلوں میں اس قدر موجزن رہتی ہے کہ وہ دیگر محبتوں پر غالب آسکے اگر نہیں تو ہمیں اس موقع پر اپنے ایمان کو جانچنے، اسے سدھارنے اور اصلاح کرنے کی ضرورت ہے۔ بصورت دیگر اللہ کا عذاب یقینی ہے۔

دوسری بات: ہمارا عقیدہ ہے کہ ہمارے پاس جو کچھ بھی ہے یہاں تک کہ اپنا جسم و جان بھی، یہ سب اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ امانت ہے اور ہمیں اس میں تصرف کا حق حاصل ہے مگر وہ بھی اللہ کے حکموں کے مطابق جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جانوں کو اور ان کے مالوں کو اس بات کے عوض خرید لیا ہے کہ ان کو جنت ملے گی''۔ (التوبہ:۱۱۱)

اس میں اللہ تعالیٰ کے ایک خاص فضل و کرم کا بیان ہے کہ اس نے مومنوں کو جو ان کے جان و مال کے عوض جو انہوں نے اللہ کی راہ میں خرچ کئے جنت عطا فرمادی جب کہ یہ جان و مال بھی اسی کا عطیہ ہے اور جب مسلمانوں کو یہ سودا منظور ہو چکا ہے کہ اللہ کی راہ میں جان و مال کی قربانی سے انہیں دریغ نہ ہونا چاہئے۔

آیئے عیدالاضحیٰ کے موقع پر ہم اپنا جائزہ لیں کیا واقعی ہم احکام الٰہی کے حدود میں رہتے ہوئے اپنے مال و جان میں تصرف کرتے ہیں؟ کیا اسوۂ ابراہیمی کی معمولی جھلک بھی ہماری زندگی میں پائی جاتی ہے؟ کیا اپنے محبوب ترین چیز راہ مولا میں بے دریغ خرچ کردینے کا جذبہ ہمارے دلوں میں موجزن رہتا ہے؟ اگر نہیں، تو یہ عیدالاضحیٰ میں محض جانوروں کا خون بہادینے اور گوشت خوری سے کچھ فائدہ نہیں یہ تو ایک معمولی نمونہ ہے ورنہ ایک مومن کو ہر وقت قربانی کے لئے تیار رہنا چاہئے ضرورت ہے کہ ہمارے دلوں میں ابراہیم علیہ السلام جیسا جذبۂ صادق ہو کہ وقت پڑنے پر رضائے الٰہی کے لئے جسم و جان مال و متاع اور اپنی تمام تر خواہشات کو خوشی خوشی قربان کردیں اور کہیں۔

جان دی ، دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

تیسری بات: شریعت اسلامیہ میں خالص جذبہ، صدق نیت اور سچے ارادے کی بڑی قدر و منزلت ہے ارشاد نبوی ہے: ''تمام اعمال کا دارومدار نیت پر ہے۔(بخاری)

قبولیت اعمال کے شرائط میں اخلاص بھی شامل ہے، عمل چھوٹا ہو یا بڑا اس میں اگر اخلاص کا جوہر شامل نہیں ہے تو وہ عمل عنداللہ مردود ہے۔

قربانی کے سلسلے میں ایک شرط اور بڑھ جاتی ہے کہ جانور کی خریداری، پرورش و پرداخت حلال کمائی سے ہوئی ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ پاک چیز ہی کو قبول فرماتا جیسا کہ ارشاد ہے:

اے ایمان والو! جو پاکیزہ چیزیں ہم نے تمہیں دے رکھی ہیں انہیں کھاؤ۔(البقرہ:۱۷۲)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ایک شخص دور دراز کا سفر کرتا ہے اس کا بال پراگندہ اور غبار آلود ہوتا ہے وہ اپنے دونوں ہاتھوں کو آسمان کی طرف اٹھا کر کہتا ہے اے رب! اے رب! جب کہ اس کا کھانا حرام ہوتا ہے اس کا پینا حرام ہوتا ہے، اس کا لباس حرام ہوتا ہے اور حرام ہی سے اس کی پرورش ہوئی ہوتی ہے تو اس کی دعا کہاں قبول ہوگی۔(مسلم:۲۰۱۵)

اس تناظر میں ہم اپنی قربانیوں کا جائزہ لیں اپنے دلوں کو ٹٹولیں اور دیکھیں کیا ہم نے پاکیزہ اور حلال کمائی سے جانوروں کو خریدا ہے اور حلال ذرائع سے ان کی پرورش کی ہے اور کس نیت سے ہم قربانیاں پیش کر رہے ہیں۔اللہ ہمارے دلوں کا حال بہتر جانتا ہے لیکن ہم بھی اپنے دلوں کے حال سے واقف ہیں۔

کہیں ہماری قربانیوں میں ریاو نمود تو نہیں ہے ہم نے بازار میں نمائشی بکرے خریدتے ہوئے دل میں کیا محسوس کیا، کیا بکرے کو ذبح کر دینا ہی قربانی ہے، نہیں میرے بھائی! اس عملی مشق سے ثابت کرنا ہے کہ ضرورت پڑنے پر رضائے الٰہی کے لئے ہم جان و مال کو بے دریغ قربان کر دینے کے لئے تیار ہیں جانور ذبح کر دینا تو معمولی بات ہے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

''اللہ تعالیٰ کو قربانیوں کے گوشت نہیں پہنچتے نہ ان کا خون، بلکہ اسے تو تمہارے دل کی پرہیزگاری (اخلاص) پہنچتی ہے۔(الحج:۳۸)

چوتھی اور آخری بات: یوم النحر اور ایام تشریق میں ہم اسوۂ ابراہیمی پر عمل کرتے ہوئے اپنی حیثیت اور سہولت کے مطابق چھوٹے بڑے جانور کی قربانی

پیش کرتے ہیں اور وہ کلمات ادا کرتے ہیں جس کی ہمیں تعلیم دی گئی ہے مگر ہم اس کے معانی اور مطالب پر غور نہیں کرتے۔ پہلے جملے میں پہلی بات کہی گئی کہ میں زمین وآسمان کے پیدا کرنے والے اللہ کی طرف یکسو ہو کر متوجہ ہو گیا۔ دوسری بات شرک سے برأت اور بیزاری کا اعلان ہے۔

دوسرے جملے میں اعتراف کیا گیا کہ بے شک میری نمازیں اور میری قربانیاں اور میری زندگی اور میری موت سب اللہ رب العالمین کے لئے ہے۔ کیا جن حقائق کا اظہار ان کلمات میں کیا گیا ہے اس سے ہم سب کی زندگی ہم آہنگ ہے، کیا ابراہیم کی طرح شرک سے مکمل برأت وبیزاری ہمارے اندر موجود ہے۔ کیا ہم سو فیصد نماز قائم کرنے والے اور خلوص دل سے قربانیاں پیش کرنے والے ہیں ذرا سوچئے! ہمارا مرنا جینا کس کے لئے ہے؟ ہماری زندگی کی ساری تگ ودو اور تمام تر کوششیں کہاں لگی ہوئی ہیں؟

ضرورت ہے کہ ہم اپنے اندر تبدیلی لائیں اور حکم الٰہی کی بجا آوری میں پس وپیں کے شکار نہ ہوں، پیکر تسلیم ورضا بنکر حکم الٰہی پر ''سمعنا واطعنا'' کہنے والے بنیں اور ہر وقت اپنے آپ کو عظیم قربانی کے لئے تیار رکھیں یہی عیدالاضحیٰ کا پیغام ہے ورنہ روح قربانی کو سمجھے بغیر محض جانوروں کا ذبح کر دینا تو ایک معمول اور آسان عمل ہے۔

حکم رب آئے تو بن پیکر تسلیم و رضا
عیدالاضحیٰ کا حقیقت میں ہے پیغام یہی